حضرت جابر کا ایک واقعہ

(۳) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمہ ایک یہودی کا قرضہ ۳۰ وسق (وسق ایک بڑے پیمانہ کا نام ہے) کھجوریں تھیں۔ میں نے یہودی سے مہلت مانگی لیکن وہ اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی اور فرمایا کہ جابرؓ کے باغ میں جو اس وقت (رفتہ رفتہ پختہ ہو کر تیار ہونے والی) کھجوریں موجود ہیں وہ ۳۰ وسق کے بدلے لے لو لیکن وہ راضی نہ ہوا اور فوری ادائیگی پر اصرار کرتا رہا بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں تشریف لے گئے اور مجھے (جابرؓ کو) کھجوریں توڑنے کا حکم دیا۔ جو ٹوٹنے کے بعد اس قدر زیادہ تھیں کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد بھی ۷۰ وسق کی مقدار میں بچ گئیں[1]۔

اس میں جہالت پائی جاتی ہے (کیونکہ محض تخمینہ پر معاملہ ہے) اس بنا پر قاعدہ کے مطابق جائز نہ ہونا چاہیے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے تحت اس کی اجازت دی جس کی بنا پر فقہاء کہتے ہیں:

فیہ دلیل علی جواز المصالحۃ بالمجہول عن المعلوم[2]

اس میں مصالحت کے جائز ہونے کی دلیل ہے جبکہ شے معلوم ہو لیکن عوض مجہول ہو۔

دوسری جگہ ہے:

یجوز القضاء مع الجہالۃ اذا وقع الرضا[3]

ادائیگی میں اگر جہالت ہو اور لینے والے کی رضامندی پائی جائے تو جائز ہے

بیع عینیہ

(۴) بیع عینیہ

بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ[4]

کسی شے کی ادھار بیع نفع کے ساتھ تاکہ قرض لینے والا کم قیمت پر بیع کر کے اس سے اپنا قرض ادا کرے

---

[1] بخاری و مسلم
[2] المقنع ج ۲ ص ۷۹
[3] ایضاً
[4] در المختار از حاشیہ رد المحتار ج ۴ ص ۲۸۷

کوئی شخص کسی تاجر سے (مثلاً) دس روپیہ قرض مانگتا اور تاجر قرض کے بجائے دس روپیہ کی کوئی چیز اس کے ہاتھ پندرہ روپیہ میں فروخت کر دیتا پھر قرضدار اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کم قیمت (دس روپیہ) پر اس کو فروخت کرتا اس طرح تاجر کو پانچ روپیہ زائد مل جاتے اور قرضدار کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی[1]۔

اس میں "سود" کا حیلہ پایا جاتا ہے اس بنا پر قاعدہ کے مطابق یہ بیع جائز نہ ہونی چاہیئے۔ چنانچہ امام محمدؒ نے سختی کے ساتھ اس سے منع کیا ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں:

لایکرہ ھذا البیع لانہ نعلہ کثیر من الصحابۃ وحمدوا علی ذالک ولم یعدوہ من الربٰو[2]	یہ بیع مکروہ نہیں ہے کیونکہ بہت سے صحابہ نے اس کو کیا اور اس کی تعریف کی سود کے معاملہ میں اس کو شمار نہیں کیا۔

بیع الوفار

۵ بیع الوفار کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے جس میں کسی حق وعوض کے بغیر انتفاع پایا جاتا ہے جو سود کی ایک شکل ہے۔ لیکن عام ضرورت کے تحت فقہار نے اس کی اجازت دی ہے۔

ضمان درک

۶ ضمان درک

معاملہ کرنے کے بعد جو نقصان پیش آنے والا ہو اس کی ضمانت لی جائے مثلاً کوئی شخص کہے:

تکفلت عنہ بمایدرکک فی ھذا البیع[3]۔	میں اس نقصان کا ضامن ہوں جو اس بیع میں تجھ کو پہونچے۔

اس میں مستقبل کے خطرہ کی ضمانت ہے جس میں جہالت پائی جاتی ہے اس بنار پر

---

[1] ہدایہ [2] ردالمحتار ج ۴ ص ۳۸۷

[3] ہدایہ باب الکفالۃ ص ۸۸

قاعدہ کے مطابق یہ معاملہ جائز نہ ہونا چاہئے لیکن فقہار کے نزدیک جائز ہے۔

لان مبنى الكفالة على التوسع[1] — کیونکہ کفالت کا مدار وسعت پر ہے۔

حضرت یوسف کے واقعہ میں مکفول بہ کی جہالت

(۷) حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ[2] — جو شخص گم شدہ پیالہ لائے گا اس کو اونٹ کا بوجھ دیا جائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔

اس میں مستقبل کے خطرات کی ضمانت ہے اور مکفول بہ (حمل) مجہول ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفالت کا معاملہ مکفول بہ کی جہالت کے ساتھ درست ہے[3]۔

ضمان خطر الطريق

(۸) ضمان خطر الطريق

مثلاً کوئی شخص کہے:

اسلك هذا الطريق فانه آمن فسلك واخذ ماله لم يضمن ولو قال ان كان مخوفا واخذ مالك فانا ضامن ضمن[4]۔ — یہ راستہ جاؤ اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے وہ گیا اور مال لے لیا گیا تو کہنے والا ضامن نہ ہوگا اگر راستہ پر خطر تھا اور کہا کہ تیرا مال لے لیا گیا تو میں ضامن ہوں پس ضمان واجب ہوگا۔

اس میں بھی خطرات کی ضمانت ہے اور دھوکا پایا جاتا ہے اس بنار پر قاعدہ کے مطابق جائز نہ ہونا چاہئے لیکن فقہار نے اس کو جائز قرار دے کر ضمان واجب کیا ہے۔

یہ چند مثالیں بطور "نمونہ" ذکر کی گئی ہیں جن سے جدید مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

۱؎ ہدایہ باب الکفالۃ ص۸۸
۲؎ سورہ یوسف رکوع ۸
۳؎ حاشیہ ہدایہ کتاب الکفالہ ص۹۵
۴؎ ردالمحتار کتاب الکفالۃ

اسلامی حکومت بہتر تنظیم وجود میں لائے گی یا بیمہ کو "اسلامی" بنائے گی

عام ضرورت کے تحت بیمہ جائز ہونے کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اب وہ مستقل کاروبار ہے جس کی ترتیب وتنظیم میں سرمایہ داری کے "جراثیم" سرایت ہیں اس بنار پر لازمی طور سے "حکومت اسلامی" سماجی تحفظات کے تحت کفالت عامہ کی بہتر تنظیم وجود میں لائے گی یا "جراثیم" دور کرکے بیمہ کو "اسلامی" بنائے گی۔

"اسلامی" بناتے وقت سماجی بیمہ کو وسیع پیمانہ پر قبول کرے گی

"اسلامی" بناتے وقت حکومت کو اختیار ہوگا کہ وہ بیمہ کی پرائیویٹ کمپنیاں باقی رکھے یا ان کی جگہ کارپوریشن قائم کرے۔

لیکن جو ممالک معاشی لحاظ سے خود کفیل نہیں ہیں (مثلاً ایشیائی وافریقی ممالک) ان میں سرمایہ داری توڑنے کے لئے ابتدائی مرحلہ میں لازمی طور سے بڑی پرائیویٹ کمپنیوں کو ختم کرنا ہوگا کہ اس کے بغیر موجودہ حالت میں اسلامی عدل وتوازن پیدا ہونے کی کوئی شکل نہیں ہے۔

"اسلامی کارپوریشن" میں سرکاری ملازمین اور سیلف ایمپلائڈ (خود کاروبار کرنے والے) دونوں کا بیمہ ہوگا، نیز اس کا دائرہ ان صورتوں تک محدود نہ ہوگا جن میں انسان روزی کمانے سے قاصر ہوتا ہے (جیساکہ پہلے گذر چکا) بلکہ مختلف ضرورتوں مکان، تعلیم اور شادی وغیرہ کو بھی شامل ہوگا۔

حکومت مجموعی سرمایہ کو نفع بخش کاموں (تجارت وغیرہ) میں لگائے گی جو سودی لین دین سے پاک ہوں گے اور مجموعی نفع کو حصہ رسد تقسیم کرنے کی پابند نہ ہوگی بلکہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔ چنانچہ بعض لوگوں کی ضرورتیں اصل ونفع کے مجموعہ سے پوری ہوجائیں گی۔ بعض کی ضرورتوں میں اس سے زیادہ خرچ کرنا پڑے گا اور بعض کی ضرورتوں میں اس سے کم خرچ آئے گا۔

اسلامی حکومت میں چونکہ اخلاق وکردار کے اصلاح کی طرف زیادہ توجہ ہوگی اس بنار پر ان خرابیوں کا امکان کم ہوگا جو آج حکومتی کاروبار میں عام ہو رہی ہیں۔

عہدِ فاروقی کا اقتصادی جائزہ

جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب پروفیسر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی

رسول اللہ اپنا جانشین مقرر کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے لیکن ابوبکر صدیق نے وفات سے پہلے اپنے ہم زلف، معتمد اور مشیر خاص عمر فاروق کو خلافت کے لئے اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔ سنت نبوی سے اس انحراف کی وجہ یہ تھی کہ ابوبکر صدیق کے سامنے وہ پُر اذیت ہنگامے تھے جو رسول اللہ کے انتقال کے بعد انتخاب خلیفہ کے معاملہ میں صحابہ کے درمیان پیدا ہو گئے تھے اور جن کے نتیجہ میں صحابہ کے تعلقات کشیدہ ہو گئے تھے اور مسلمانوں کی وفاداریاں بٹ گئی تھیں اور مدینہ میں کئی سیاسی پارٹیاں وجود میں آگئی تھیں جو ایک دوسرے پر نقد کرتی تھیں اور اپنے اپنے امیدواران کو مسند خلافت پر متمکن دیکھنا چاہتی تھیں۔ ابوبکر صدیق کو اندیشہ تھا کہ اگر انھوں نے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تو امیدواران خلافت اپنے حمایتیوں کا سہارا لے کر آپس میں لڑنے لگیں گے اور اسلام کے تسخیری مشن کو سخت نقصان پہنچے گا۔ ان کی آخری علالت کے دوران ایک متمول اور بارسوخ مہاجر قرشی عبدالرحمٰن بن عوف ابوبکر صدیق کی عیادت کو آئے اور انھیں دیکھ کر بولے: اب تو آپ کی طبیعت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ ابوبکر صدیق نے کہا: نہیں، میری طبیعت اچھی نہیں ہے بلکہ آپ لوگوں کے طرز عمل سے میرے مرض میں اضافہ ہو گیا ہے۔ میری نظر میں جو شخص سب سے زیادہ اہل تھا میں نے اس کو اپنا جانشین مقرر کیا تو آپ

سب کا منہ پھول گیا۔ آپ میں سے ہر شخص خود خلیفہ بننا چاہتا ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ دنیا امنڈ پڑی ہے۔ واللہ إني لشديد الوجع ولما ألقى منكم يا معشر المهاجرين أشد علي من وجعي، إني وليت أمركم خيركم في نفسي فكلكم ورم أنفه إرادة أن يكون هذا الأمر له وذلك لما رأيتم الدنيا قد أقبلت[1] .... ایک دوسرے قریشی رئیس اور امیدوار خلافت طلحہ بن عُبید اللہ کو جب معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق نے تحریری فرمان کے ذریعہ عمر فاروق کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے تو وہ ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور انداز برہمی سے بولے: آپ نے عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے حالانکہ آپ ان کی دست درازیوں سے جو وہ آپ کے حین حیات لوگوں کے ساتھ کرتے رہے ہیں خوب واقف ہیں، آپ کے بعد ان کا کیا حال ہوگا، خدا آپ سے پوچھے گا کہ رعیت کو کس کے سپرد کیا ہے تو آپ کیا جواب دیں گے؟ إستخلفت على الناس عمر وقد رأيت ما يلقى الناس منه وأنت معه فكيف إذا خلا بهم وأنت لاق ربك نسائلك عن رعيتك[2]۔

ابوبکر صدیق کے ان الفاظ کا اشارہ کہ آپ میں سے ہر شخص خود خلیفہ بننا چاہتا ہے ان پانچ مہاجر صحابیوں کی طرف ہے: طلحہ بن عُبید اللہ، علی حیدر، زُبیر بن عوّام، عثمان غنی اور عبد الرحمٰن بن عوف۔ یہ پانچوں قریشی تھے اور خوب مالدار، ان میں سے آخری دو اپنی مالی قربانیوں، اسلامی خدمات، رسول اللہ سے تعلق خاص اور معاشرہ میں اپنی دولتمندی نیز داد و دہش سے پیدا ہونے والے وقار کے باعث خود کو خلافت کا مستحق ضرور سمجھتے تھے لیکن اس کے لئے ان کے دل میں کوئی غیر معمولی کشش نہیں تھی اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے خلافت کے لئے انھوں نے کوئی تحریک بھی نہیں چلا رکھی تھی۔ دونوں زندگی کے اس دور میں تھے جب دنیاوی جاہ و جلال کی امنگیں کمزور ہو جاتی

---

[1] الامامہ ص۱۸، طبری ۵۲/۴، ابن سعد ۲۷۴/۳

[2] طبری ۵۴/۲

ہیں، مزید برآں وہ دونوں اپنے تجارتی کاروبار میں ہرطرح خوش، مطمئن اور آسودہ حال تھے۔ اس کے برخلاف علی حیدر، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام کے دلوں میں خلافت کی پرزور امنگ تھی، یہ تینوں اپنی عمر کے وسطی مراحل سے گذر رہے تھے، جب بالعموم بلند مراتب کی آرزوئیں دل پر چھائی رہتی ہیں۔ علی حیدر کی عمر اس وقت چھتیس ۳۶ سال، طلحہ بن عبید اللہ کی اکتالیس ۴۱ اور زبیر بن عوام کی تینتالیس ۴۳ سال تھی۔ علی حیدر کی رائے تھی کہ قدامت اسلام، رسول اللہ سے دوہرے رشتہ اور ممتاز جہادی کارگزاریوں کے باعث وہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں نیز یہ کہ اپنی آخری علالت میں رسول اللہ ... ایک تحریر لکھوا کر انہی کو خلافت کے لئے نامزد کرنا چاہتے تھے لیکن عمر فاروق نے ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا تھا۔ طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام بھی رسول اللہ کے مقرب ساتھیوں میں سے تھے، انھوں نے غزوات میں نمایاں حصہ لیا تھا اور جہادی سرگرمیوں کی تقویت کے لئے فراخ دلی سے روپیہ پیسہ خرچ کرتے رہے تھے۔ علی حیدر کو اپنے باثر ہاشمی گھرانے نیز بہت سے انصاریوں کی جو ابوبکر صدیق کی خلافت سے غیر مطمئن تھے حمایت حاصل تھی، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام کو اپنے اپنے خاندانوں اور خیر اندیشوں کی۔

پینتالیس سالہ عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو اس طرح کے ہنگامے نہیں ہوئے جیسا کہ ابوبکر صدیق کی خلافت کے وقت برپا ہوئے تھے لیکن اس بات کی قوی شہادت موجود ہے کہ نئے خلیفہ کے روکھے پن، تشدد پسندی اور احتسابی نظر سے امیدواران خلافت بالخصوص اور صحابہ بالعموم مضمحل اور بددل تھے اور ان کی خلافت سے اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے کچھ عرصہ تک ترک موالات کرتے رہے تھے۔ ابوبکر صدیق کے عہد میں عرب۔عراق سرحد پر خالد بن ولید کی نگرانی میں سرحد کے عرب قبیلوں نے عراق کی سرحدی فارسی بستیوں پر بڑے پیمانہ پر ترکتاز شروع کردی تھی، جب عربوں نے ایک طرف حیرہ، انبار اور عین التمر جیسے اہم سرحدی شہروں کو پامال کر ڈالا اور دوسری طرف خالد بن ولید کو عراق سے ہٹا کر شام کے مورچے پر بھیجدیا گیا تو عراق کی فارسی حکومت عربوں کو اپنی سرحد سے نکالنے کی طرف سنجیدگی سے متوجہ ہو گئی۔ اس نے اپنی سرحد قریب کی فوجی چوکیاں

مستحکم کرلیں اور ان کی کئی فوجیں مستعد جنرلوں کی قیادت میں عربوں کو اپنی سرحدی بستیوں اور
شہروں سے نکالنے کے لئے پیشقدمی کرنے لگیں۔ سرحد کے چھاپہ مار مسلم قبائل کمزور پڑ گئے
اور ان کے بڑے کمانڈر مثنیٰ بن حارثہ خلیفہ کو صورت حال سے مطلع کرنے اور کمک لینے خود
مدینہ آئے۔ اس وقت ابوبکر صدیق کی شمع حیات بجھنے والی تھی۔ عمر فاروق نے خلیفہ ہوتے ہی
ایک جلسہ منعقد کیا اور باشندگان مدینہ کو عرب، عراق سرحد جاکر فارسیوں سے لڑنے کی دعوت
دی لیکن کوئی جانے کو تیار نہیں ہوا۔ تین دن تک عمر فاروق اہل شہر کو سرحد عراق جانے کی
ترغیب وتلقین کرتے رہے جس کے زیر اثر کئی سو عرب جہاد کے لئے تیار ہو گئے لیکن کسی
ممتاز یا بارسوخ صحابی نے جانے کی حامی نہیں بھری۔ چوتھے دن عمر فاروق نے پھر عام جلسہ
کرکے لوگوں کو للکارا۔ کوئی صحابی اب بھی ان کی ماتحتی میں فوجی قیادت سنبھالنے کے لئے
تیار نہیں ہوا۔ جلسہ میں ایک ثقفی تاجر ابوعُبید موجود تھے۔ ہر طرف جمود دیکھکر انھیں جوش آگیا
اور انھوں نے کھڑے ہوکر اسلامی فوج کی قیادت کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ عمر فاروق ابوعبید
سے واقف تھے لیکن وہ نہ قرشی تھے نہ صحابی، فوج کی سپہ سالاری کے لئے ان دونوں صفات کا ہونا
ضروری تھا۔ صحابہ کی بے اعتنائی کے پیش نظر عمر فاروق نے ابوعبید میں ان دونوں صفات کی عدم
موجودگی کے باوجود ان کی پیشکش قبول کرلی اور ان کو سالار اعلیٰ بنادیا۔ اس انتخاب پر صحابہ اور
بالخصوص امیدواران خلافت کی طرف سے اعتراض ہونے لگے اور اصرار کیا گیا کہ سپہ سالاری
کا عہدہ صحابی کے سپرد کیا جائے۔ عمر فاروق اتنے کبیدہ خاطر تھے کہ انھوں نے اعتراض کی
پرواہ نہیں کی اور ابوعُبید ہی کی قیادت میں ایک ہزار فوج روانہ کردی جس کی بڑی تعداد مدینہ کے
باہر کے بدوؤں پر مشتمل تھی۔[1]

سوا دو برس پہلے جب ابوبکر صدیق نے خلافت کا چارج لیا تھا تو جزیرۃ العرب میں اسلام

---

[1] ہجری ۱۳/ ۶۳۴

کو نہ سیاسی استحکام حاصل تھا نہ مذہبی پائندگی۔ ملک کے طول و عرض میں عربوں نے مدینہ کی بالا دستی سے آزاد ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ زکات بند ہوگئی تھی اور بیشتر جزیہ گذار عیسائی اور پارسی اقلیتوں نے جزیہ دینا موقوف کر دیا تھا۔ ملک میں کئی طاقتور حریف مدینہ کا اقتدار ختم کرنے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ابو بکر صدیق نے رسول اللہ کے قائم کردہ اقتصادی وسائل سے دو برس کے قلیل عرصہ میں جزیرہ کے عربوں کو دوبارہ اسلام کا تابع اور مدینہ کا وفادار بنالیا۔ زکات بحال ہوگئی، جزیہ کی مقررہ رقمیں حسب سابق خزانہ میں آنے لگیں۔ جزیرہ میں اسلامی اقتدار استوار کرنے کے بعد ابو بکر صدیق نے پڑوس کی عراقی اور شامی سرحدوں پر ترکتاز اور فتوحات کرنے کے لئے وہ فوجیں بھیجیں جو ردہ بغاوتوں سے فارغ ہو کر معطل ہوگئی تھیں۔ انھوں نے عرب۔ عراق سرحد کے بہت سے دیہات پامال کر ڈالے تھے اور کئی اہم شہر دن اور فارسی چوکیوں (اُلّیس، بانقیا، بارُوسما) کو جزیہ گذار بنالیا تھا۔ سرحد شام کے بھی بہت سے گاؤں، قصبے ان کی ترکتاز کے لپیٹ میں آگئے تھے اور متعدد بستیوں نے جزیہ دیکر اپنے مذہب اور جان و مال کی امان لے لی تھی۔ عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو ان کو کچھ عرصہ تک مدینہ کے بعض مہاجر و انصار اکابر کے عدم تعاون سے ضرور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس کے علاوہ ان کو ملک کے طول و عرض میں امن و امان ملا۔ عرب قبائل اور ان کے لیڈر پوری طرح مدینہ کے وفادار تھے۔ سرحدوں پر لڑنے والی فوج اور ان کے سالاروں نے بھی عمر فاروق کی خلافت پر کسی عملی مخالفت کا اظہار نہیں کیا۔ آمدنی کے وہ تمام سوتے جو رسول اللہ کھول گئے تھے جاری تھے۔ عہد صدیقی میں سرحد شام و عراق پر مسلم ترکتازیوں سے برابر مال غنیمت کا خمس حاصل ہوتا رہا تھا اور دونوں سرحدوں کے متعدد قصبوں اور شہروں کے اسلامی تسلط میں آنے سے بہ شکل جزیہ مرکزی آمدنی کا ایک نیا دروازہ کھل گیا تھا۔

خلافت کے وقت عمر فاروق کی عمر تقریباً پینتالیس ۴۵ سال کی تھی، بھاری بھر کم اور خوب مضبوط آدمی تھے، بڑے جوشیلے، باحوصلہ اور اولوالعزم۔ انھوں نے ساڑھے دس سال

حکومت کی اور اس عرصہ میں ان کی فوجیں مشرق اوسط کے بڑے رقبہ میں سرگرم عمل رہیں۔ زمام حکومت ہاتھ میں لیتے وقت اسلامی تسلط عراق و شام کی سرحدی عملداری تک محدود تھا لیکن ساڑھے دس سال بعد جب ان کا انتقال ہوا تو مصر تا لیبیا، شام، عراق، میسوپوٹامیہ، آذربی جان اور بیشتر فارس پر ان کی فوجوں نے سیاسی اور اقتصادی استعلا حاصل کر لیا تھا۔ سرحد عراق و شام پر کل ملاکر ابوبکر صدیق کی چالیس پینتالیس ہزار فوجیں مصروف جنگ تھیں لیکن عمر فاروق نے عراق، شام، مصر اور فارس کی تسخیر کے لئے ان سے کئی گنا زیادہ فوجیں مہیا کیں۔ ہتیاروں، گھوڑوں اور اونٹوں کی تعداد اضعافاً مضعفہ تھی۔ مفتوحہ علاقوں پر اسلامی غلبہ برقرار رکھنے اور بغاوتوں کی روک تھام کے لئے انھوں نے اہم شہروں میں فوجی مرکز قائم کئے جہاں ہزاروں کی تعداد میں عرب فوجیں کیل کانٹے سے لیس ہر وقت جہاد کے لئے ڈٹی رہتی تھیں۔ انھوں نے عراقی سرحد پر دو بڑی چھاؤنیاں (بصرہ اور کوفہ) قائم کیں جہاں عراق و فارس کی فاتح افواج متصلہ علاقوں میں بغاوت دبانے اور نئے علاقے فتح کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے جہاد کے گھوڑوں کے لئے نقیع نامی ایک سرسبز اور وسیع میدان مدینہ کے **مضافات** میں محفوظ کر لیا تھا اس میں رسول اللہؐ کے ہزاروں گھوڑے رہتے تھے۔ ابوبکر صدیق کے عہد میں ردہ بغاوتیں کچلنے میں نقیع کے گھوڑوں نے اہم ترین خدمت انجام دی تھی۔ عمر فاروق کے کثیر الجہات فوجی اقدامات کے مطالبے اتنے بڑھے کہ نقیع کی سپلائی ناکافی ہو گئی اور انھوں نے گھوڑے پالنے اور ان کی نسل کشی کے لئے ایک دوسری چراگاہ ریزرو کر لی جس کا نام شرف تھا۔ ایک تیسرا طول طویل میدان انھوں نے اونٹوں کے لئے مخصوص کر لیا، اس کا نام ربذہ تھا اور یہاں زکات اور غنیمت کے اونٹ رکھے جاتے تھے اور فوجی سامان نیز سپاہیوں کو میدان کارزار تک پہنچانے کے کام لائے جاتے تھے۔ اونٹوں اور گھوڑوں کے اس مرکزی اسٹاک کے علاوہ مفتوحہ ممالک کی چھاؤنیوں میں بھی عمر فاروق کے ہزاروں گھوڑے بغاوتیں دبانے اور نئے علاقے مسخر کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ سیف بن عمر:

عمر فاروق کے چار ہزار گھوڑے (کوفہ میں) اتفاقی ضرورت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، جاڑوں میں یہ گھوڑے قصر کوفہ کے بالمقابل اور دائیں جانب کے میدان میں چرتے اور گرمیوں میں دریائے فرات اور کوفہ کے مکانات کے درمیان واقع میدانوں میں.... اتنی ہی تعداد میں گھوڑے عمر فاروق نے بصرہ کی چھاؤنی میں رکھے تھے، انھوں نے مفتوحہ ممالک کے آٹھوں فوجی مرکزوں میں بھی چار چار ہزار گھوڑے تیار رکھنے کا بندوبست کیا تھا۔ اگر کوئی ناگہانی سانحہ (بغاوت یا دشمن کا حملہ) پیش آتا تو کل فوج کے تیار ہونے تک اس کا ایک حصہ گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے موقع واردات پر پہنچ جاتا — کان لعمر أربعة آلاف فرس عدّة لكون إن كان يُشتّيها فی قبلة قصر الكوفة و میسرته.... يُربعها فيما بين الفرات والأبيات من الكوفة..... وبالبصرة نحو منها وفی كل مصر من الأمصار الثمانية على قدرها.... فإن نابتهم نائبة ركب قوم وتقدموا إلى أن يستعد الناس[1] — رپورٹر بتاتے ہیں کہ عمر فاروق ایک سال میں ساٹھ ہزار فوج مدینہ سے شام اور عراق کے محاذوں کو چالیس ہزار اونٹوں پر سوار کر کے بھیجا کرتے تھے — عن يحيى بن سعيد أن عمر بن الخطاب كان يحمل فى العام الواحد على أربعين ألف بعير..... يحمل الرجل إلى الشام ويحمل الرجلين إلى العراق على بعير[2]۔

مصر، شام، میسوپوٹامیہ، عراق، آذربائجان اور فارس میں جہاں عمر فاروق نے دس سال کے مختصر عرصہ میں اسلام کا سیاسی و اقتصادی تسلط قائم کیا، دنیا کی تین متمدن قومیں (عیسائی، یہودی اور پارسی) آباد تھیں۔ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں شام، مصر اور لیبیا کی بزنطی

---

[1] طبری ۴/۱۹۶۔

[2] ابن سعد ۳/۳۰۲

عیسائی اور عراق وفارس کی پارسی حکومتیں فوجی طاقت اور شاہی شان وشوکت میں دنیا کی ساری حکومتوں سے بازی لے گئی تھیں۔ ان حکومتوں کے تہ در تہ سیاسی اقتدار کے مضبوط قلعوں کو عمر فاروق کی جس فوجی مشین نے مسمار کیا اس کی تشکیل بنیادی طور پر انہی مالی وسائل سے ہوئی تھی جن کا رسول اللہ اور ان کے جانشین ابوبکر صدیق بندوبست کر گئے تھے اور جن کی بنیادیں مدنی قرآن کے مجوزہ فراہمی دولت کے ان تین اصولوں پر استوار ہوئی تھیں: مال غنیمت (۲) جزیہ اور (۳) زکات۔ لیکن یہ مالی وسائل اتنے وسیع نہیں تھے کہ ان کی مدد سے دنیا کی مضبوط ترین قوموں کے قصر حکومت گرا دیے جاتے۔ مالی وسائل بڑھا کر اپنی فوجی مشین کو زیادہ کارگر بنانے کے لئے عمر فاروق نے مدنی قرآن کے مجوزہ اصول اور رسول اللہ کے عمل میں اہم تصرفات کئے جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔ مدنی قرآن نے ہارے ہوئے دشمن کی منقولہ اور غیر منقولہ املاک کو فاتح مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی جو مال، جائداد یا آراضی مسلمان مجاہد بزور حاصل کریں اس کا ۴/۵ حصہ ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے اور باقی پانچواں ان پانچ مدوں میں صرف کر دیا جائے جن کا مدنی آیت میں ذکر ہے: واعلموا أنما غنمتم من شیٔ فأن للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل (أنفال) ۷ھ میں رسول اللہ نے یہودی بستی خیبر کا نصف بزور شمشیر فتح کیا تو تو اسی آیت کے بموجب اس کا ۴/۵ مجاہدوں میں بانٹا اور باقی یعنی پانچواں آیت کی تصریح کردہ مدوں کے لئے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ ۱۴ھ یا ۱۵ھ میں فاروقی فوجوں نے سرحد عراق پر بمقام قادسیہ ایک عظیم الشان فتح حاصل کی جس نے فارسی حکومت کی بنیادیں ہلا دیں اور اس کی قسمت پر تباہی کی مہر ثبت کر دی۔ عراق کی بہت سی مزروعہ آراضی جس کی نہروں سے آب پاشی ہوتی تھی فاتحین کے قبضہ میں آئی تو ان کی تیس ہزار سے زائد فوج نے مطالبہ کیا کہ خیبر کی طرح اس طویل وعریض آراضی اور اس میں واقع قصبوں اور شہروں نیز وہاں کے باشندوں کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ اس مطالبہ کے محرک وہ بہت سے بدری صحابی تھے جنھوں نے جنگ قادسیہ میں شرکت کی۔

تھی اور جو تقسیم خیبر کے واقعہ سے واقف تھے۔ کمانڈران چیف سعد بن ابی وقاص کو مطالبہ بجا معلوم ہوا لیکن سینکڑوں میل میں پھیلے ہوئے رقبۂ ارض، اس کے دریاؤں، نہروں، زیر آب زمینوں، تالابوں اور ٹیلوں کی تقسیم ان کو اپنے بس سے باہر نظر آئی اور انھوں نے مناسب سمجھا کہ اس معاملہ میں خلیفہ سے رجوع کیا جائے۔ اراضی وغیرہ کی مساویانہ تقسیم میں عمر فاروق کو ایک رکاوٹ تو وہی نظر آئی جس کا ابھی ذکر ہوا، اس کے ماسوا وہ عربوں کو زمیندار بنانے کے بھی خلاف تھے، ان کا خیال تھا کہ زمیندار ہو کر عرب جہاد سے کترانے لگیں گے اور دولت و فرصت پا کر عیاش ہو جائیں گے اور باہم لڑا کریں گے، ان کی رائے تھی کہ مفتوحہ اراضی کو مسلمان قوم کی ملکیت قرار دیدیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں اس کے زراعتی محصول سے متمتع ہوتی رہیں ان مصلحتوں کے پیش نظر انھوں نے مدنی قرآن کی تجویز اور رسول اللہ کے عمل کی پیروی نہیں کی، اور سعد بن ابی وقاص کو لکھدیا کہ نہ اراضی تقسیم کی جائے اور نہ وہاں کے باشندوں کو غلام بنایا جائے[۱]۔ کئی سال بعد مصر کا بابلیون نامی وہ مضبوط اور پر مصائب قلعہ فتح ہوا جو مصری حکومت کا ہیڈ کوارٹر بھی تھا اور جس کے سقوط پر سارے مصر کا سقوط منحصر تھا تب بھی فوج کے با اثر صحابہ نے جن کے لیڈر زبیر بن عوام تھے یہ مطالبہ کیا کہ مصر کی مزروعہ اراضی جسے نیل سے نکلنے والی سیکڑوں نہریں سینچتی تھیں ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے جس طرح کہ رسول اللہ ؐ نے خیبر کے فارم اور نخلستان فوج میں تقسیم کئے تھے۔ کمانڈران چیف عمرو بن عاص مصر کی ہزاروں ایکڑ زمین کو خیبر کی بستی پر قیاس کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور خلیفہ کو صحابہ اور فوج کے مطالبہ سے مطلع کیا۔ عمر فاروق نے اپنی سابقہ رائے نہیں بدلی اور عمرو بن عاص کو لکھا: اراضی کاشتکاروں کے پاس رہنے دو تاکہ آنے والی نسلیں اس کی آمدنی سے جہاد کر سکیں۔ أَقِرَّهَا حَتَّى يَغْزُوَ مِنْهَا حَبَلُ الْحَبَلَةِ[۲]۔ اس طرح کے

---

[۱] فتوح البلدان ص ۲۷۴

[۲] احمد بن حنبل ۱/۱۶۶، ابن سلام ص ۵۸، فتوح البلدان ص ۲۲۱ ابن عبد الحکم ص ۲۶۳۔

مطالبات کی خبریں دوسرے محاذوں سے متعلق بھی رپورٹروں نے بیان کی ہیں۔ ان دقتوں اور مصالح کے پیش نظر جن کا ابھی ذکر کیا گیا، عراق، فارس اور شام میں فوج کشی کے دوران جو مزروعہ اراضی، قصبے اور شہر فاروقی فوجوں نے بزور شمشیر فتح کئے ان کو جیسا کہ مدنی قرآن کی آیت کا مدعا ہے اور جیسا کہ رسول اللہؐ نے خیبر میں کیا تھا، عمر فاروق نے فوج میں تقسیم نہیں کیا انھوں نے صرف منقولہ سامان، زر وسیم، ہتیار، مویشی اور قیدیوں کو مال غنیمت قرار دیا جو معرکہ کارزار میں لڑائی کے دوران یا دشمن کی ہزیمت کے بعد اس کے کیمپ یا اس کے بھاگتے ہوئے سپاہیوں سے حاصل ہوا تھا مفتوحہ اراضی پر جو مدنی قرآن کی منشار کے مطابق تقسیم ہونا چاہیے تھی، خلیفہ نے زراعتی محصول لگا دیا اور مقامی باشندوں کو جو اراضی کے مالک یا کاشتکار تھے اور جن کو مدنی آیت کی رو سے غلام بنا لینا چاہیے تھا آزاد چھوڑ دیا اور ان سے جزیہ وصول کیا۔ غنیمت کے علاوہ مدنی قرآن نے فراہمی دولت کی دوسری اصل جزیہ قرار دی ہے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔ (توبہ)

اس آیت میں اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں صرف اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینے کی اجازت ہے لیکن رسول اللہؐ نے ساحل بحرین، قطر، قطیف اور عمان کے پارسیوں سے بھی جزیہ وصول کیا تھا حالانکہ ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ مدنی قرآن سے رسول اللہؐ کے اس تجاوز کی پیروی کر کے عمر فاروق نے صابۂ قوم کو جو میسوپوٹامیہ کے ایک وسیع رقبہ میں آبادتھی اہل کتاب کا درجہ دیدیا تھا اور ان کے جانشین عثمان غنی نے شمالی افریقہ کے بربر قبائل کو بھی اہل کتاب کے زمرہ میں داخل کر لیا تھا[۱]۔ رسول اللہؐ نے جزیہ کی شرح ایک دینار (پانچ روپے) فی بالغ مقرر کی تھی اور اس میں غالباً عورتیں بھی شامل تھیں۔ عمر فاروق

---

[۱] ...... سنن کبریٰ ۹/ ۱۹۰ و فتوح البلدان صد ۲۳۳

نے اس شرح میں وسیع تصرف کر کے اس کے تین گریڈ مقرر کیے۔ چھ روپے سالانہ (بارہ درہم) مزدوروں، کسانوں اور چھوٹے دستکاروں کے لیے، دوسرا بارہ روپے (چوبیس درہم) سالانہ متوسط حال ذمیوں کے لئے، تیسرا چوبیس روپے (اڑتالیس درہم) سالانہ مالداروں کے لیے۔ فاروقی جزیہ سے بچے، عورتیں، دور از کار بوڑھے اور نادار راہب خارج تھے۔ ذمیوں کے دو[2] طبقے تھے: ایک وہ جو شہروں اور قصبوں میں بود و باش رکھتا تھا اور شہری پیشے اختیار کئے ہوئے تھا اور دوسرا وہ جو دیہاتوں میں کاشتکاری کرتا تھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے فاروقی نظام اقتصاد میں پہلے طبقہ پر صرف جزیہ لازم تھا لیکن دوسرے پر جزیہ کے ساتھ لگان بھی واجب تھا۔ اگر کسی شہر یا قلعہ کی عملداری میں دیہات نہ ہوتے تو اس شہر یا قلعہ کے باشندوں پر جزیہ کے ساتھ وہاں مقیم عرب فوجوں کی خورد نوش کے لیے جزیہ کے علاوہ غلہ، زیتون کا تیل، سرکہ اور شہد فراہم کرنا ضروری تھا۔

فاروقی فتوحات (عراق، شام، میسوپوٹامیہ، فارس اور مصر) میں صرف عراق کے زراعتی لگان کی تفصیل ہم تک پہنچی ہے جو یہاں پیش کی جاتی ہے:

عراق کی پہلی فاروقی لگان بندی اس کی فتح کے فوراً بعد عمل میں آئی اور یہ انہی خطوط پر تھی جن پر ساسانی بادشاہ نوشیرواں کے زمانہ سے چلی آ رہی تھی۔ نوشیرواں نے جن اصناف، پیداوار پر لگان وصول کیا تھا مع شرح حسب ذیل ہیں:

(۱) گیہوں - آٹھ آنے (ایک درہم) فی مربع جریب۔

(۲) جو - " " " "

(۳) چاول - شرح نہیں دی گئی

(۴) انگور - چار روپے (آٹھ درہم) فی مربع جریب

(۵) سبزی - ساڑھے تین روپے (سات درہم) "

(۶) زیتون کے چھ درختوں پر - آٹھ آنے (ایک درہم)

(۷) نخلستانوں میں اچھی کھجور کے چار اور گھٹیا کے چھ درختوں پر۔ آٹھ آنے

عمر فاروق نے ان اصناف کو مع شرح لگان برقرار رکھا لیکن ایک بڑی ترمیم یہ کی کہ زیر کاشت اراضی کے علاوہ قابل کاشت اراضی پر بھی لگان لگا دیا خواہ عملاً اس پر کاشت نہ ہوتی ہو اور دوسرا اضافہ یہ کیا کہ گیہوں اور جو کی ہر مربع جریب پر آٹھ آنے کے ساتھ عراق پر قابض عرب فوجوں کی خوراک کے لئے ایک تفیز کا بھی اضافہ کر دیا۔ ایک جریب کا اطلاق سولہ سو مربع گز زمین پر ہوتا تھا اور اتنی زمین پر پیدا ہونے والے غلہ کو بھی عرب ایک جریب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ عام طور پر تفیز[1] اڑتالیس سیر کے بقدر ایک پیمانہ تھا لیکن فاروقی تفیز کی مقدار قریب ساڑھے تین سیر (ایک صاع) تھی۔ عراق کی دوسری لگان بندی ۲۱ھ کے لگ بھگ عمل میں آئی جب عمر فاروق نے عمار بن یاسر کو کوفہ کا گورنر، عبد اللہ بن مسعود کو نگران خزانہ و معلم قرآن اور عثمان بن حنیف کو کمشنر لگان بندی مقرر کیا۔ عثمان بن حنیف کے نافذ کردہ لگان کی تفصیل[2] یہ ہے:

(۱) گیہوں ۔ دو روپے (چار درہم) فی مربع جریب

(۲) جو ۔ ایک روپے (دو درہم) " "

(۳) انگور ۔ پانچ روپے (دس درہم) " "

(۴) کھجور ۔ " " " "

(۵) گنا ۔ تین روپے (چھ درہم) " "

(۶) سبزی ۔ ڈھائی روپے (پانچ درہم) اور بقول بعض ڈیڑھ روپیہ (تین درہم)

(۷) چاول ۔ شرح نہیں دی گئی

(۸) روئی ۔ ڈھائی روپے (پانچ درہم)

---

[1] تفیز = آٹھ مکوک، ایک مکوک = ڈیڑھ صاع، ایک صاع = ساڑھے تین سیر

[2] ابو یوسف صفحہ ۲۱، ۲۲، بلاذری صفحہ ۲۷۸، ابن سلام صفحہ ۶۸، ۶۹